بازگشت

سید عطاء المحسن بخاری

..........اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا!

مرحوم استاد دامن نے کہا تھا

ساڈے دیس چ موجاں ای موجاں
جدھر ویکھو فوجاں ای فوجاں

استاد کا اشارہ "ضیاء الحقی مارشل لاء" کی طرف تھا۔ اس سے پہلے وہ ایوب خانی اور یحییٰ خانی مارشل لاؤں کا ذکر بھی..... "جی او میریا ڈھول سپاہیا!" کہ کر کر چکے تھے۔ اسلئے مارشل لاء کا ذکر جب بھی آتا ہے، ہمیں موجیں مارتی ہوئی فوجیں، بندے مارتے ہوئے ڈھول سپاہی، جھک مارتے ہوئے سیاست دان اور بہت کچھ..... یاد آجاتا ہے۔ ہمیں پاکستان کا پہلا مارشل لاء یاد آجاتا ہے۔ ۱۹۵۳ء کے خونیں ایام یاد آتے ہیں۔ جنرل اعظم خان، خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ یاد آتے ہیں۔ پچھلے دنوں "خبریں" کی ایک اشاعت خاص (۱۴ ستمبر) میں، ڈاکٹر صفدر محمود کی طویل تحریر..... "اور مارشل لاء نافذ کر دیا گیا" شائع ہوئی تو ہمیں یہ سب کچھ بہت یاد آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ..........

"۲۵ مارچ ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دولتانہ اور ان کی کابینہ مستعفی ہو گئی جس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک وجہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ تھی جس نے خواجہ ناظم الدین اور میاں ممتاز دولتانہ کے مابین اختلافات کی خلیج کو وسیع تر کر دیا تھا۔ دوسری وجہ قادیانیوں کے خلاف تحریک تھی جسے عام طور پر "ختم نبوت تحریک" سمجھا جاتا ہے، اس تحریک نے پنجاب میں امن و امان کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ اس کا اعصابی مرکز لاہور تھا۔ اور صوبائی دارالحکومت میں حالات پر قابو پانے کے لئے ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو مارشل لاء نافذ کر دیا گیا، جو مئی تک جاری رہا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ میاں ممتاز دولتانہ نے اس تحریک کا رُخ مرکزی حکومت کی طرف موڑنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی پاداش میں انہیں نہ صرف اپنے منصب کی قیمت ادا کرنی پڑی بلکہ اس سے خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کی راہ بھی ہموار ہو گئی۔

اینٹی احمد یہ موومنٹ یا ختم نبوت تحریک کے نتیجے کے طور پر مارشل لاء کا لگنا بھی ایک طرح سے مسلم لیگ کی کمزوری کی علامت تھی کیونکہ اگر مسلم لیگ صحیح معنوں میں ایک عوامی اور منظم جماعت ہوتی تو صورتحال کو اس قدر بگڑنے نہ دیا جاتا کہ سول انتظامیہ بے بس ہو جاتی اور فوج کو نظم و نسق سنبھالنا پڑتا۔ دراصل ختم نبوت تحریک علماء نے شروع کی جو سمجھتے تھے کہ احمدی

مُرتد ہیں۔ وہ ظفر اللہ خان اور دوسرے احمدی افسران کے بڑھتے ہوئے اثر کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ تحریک کئی ماہ جاری رہی اور تقریباً ہر روز پانچ دس ہزار افراد سڑکوں پر احتجاج کرتے، سرکاری املاک کو آگ لگاتے اور تھانوں پر حملے کرتے۔ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کے دن کئی دکانوں کو آگ لگا دی گئی اور لاہور کے اندرون شہر میں صورتحال نازک ہو گئی۔ جب تحریک اپنے عروج پر تھی تو دولتانہ صاحب نے بیان دے دیا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے اور ظفر اللہ خان کو ڈسمس کر دیا جائے، چنانچہ اسی دن مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ اس طرح پاکستان بننے کے بعد پہلی دفعہ فوج سیاست میں ملوث ہوئی۔ "پاکستان میں جمہوری عمل کی بنیادوں پر یہ پہلی کاری ضرب تھی"

ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، وہ اخذ و ترتیب کا کمال تو ہو سکتا ہے، مشاہدہ اور بیانِ واقعہ نہیں۔ تحریک مقدس، تحفظ ختم نبوت کو "اینٹی احمدیہ موومنٹ" یا "احرار احمدی نزاع" کہنے والوں نے ہمیشہ اسی یک طرفہ نقطۂ نظر کی ترجمانی کی ہے جسے تاریخ ہمیشہ کے لئے غلط ثابت کر چکی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کا مطالبہ کرنے والے گردن زدنی تھے اور ۱۹۷۴ء میں سرافراز و ظفریاب؟ کاش، پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

تحریک تحفظ ختم نبوت کو ممتاز دولتانہ کی سازش اور سازباز کہنا کوئی "اچھوتی بانگی" نہیں ہے۔ یہ مرزائیوں کا پرانا پروپیگنڈہ ہے۔ ورنہ یہ عجیب "سازش" تھی جو ناظم الدین کے ساتھ ساتھ دولتانہ کو بھی لے ڈوبی۔ حقیقت یہ ہے کہ سازش تو لیاقت علی خان کے قتل سے شروع ہو چکی تھی۔ ناظم الدین کا وزیراعظم بنایا جانا بھی اسی سازش کا حصہ تھا۔ کیونکہ موصوف کے وزیراعظم بنتے ہی.....ایک طرف تو

۱۔ تیل کے مسئلے پر ایران اور نہر سویز کے مسئلے پر مصر کی حمایت کی پالیسی ترک کر دی گئی۔ برطانیہ بہادر کی خوشنودی کی خاطر!

۲۔ امریکہ نے پاکستان کو امریکی گندم کی درآمد کے لئے ڈیڑھ کروڑ ڈالر کا قرض دینے کی پیش کش کر دی۔

.........اور دوسری طرف

۱۔ مشرقی پاکستان میں قومی زبان کے مسئلہ پر، پُرتشدد تحریک شروع ہو گئی۔

۲۔ کراچی میں طلباء ایجی ٹیشن کے ہنگامے شروع ہوئے اور پولیس کی فائرنگ سے ایک ہی دن میں سات طلبا ہلاک ہوئے۔

۳۔ سندھ میں صوبائی مسلم لیگ کے صدر ایوب کھوڑو نے وزیراعظم کے خلاف بغاوت کر دی۔

۴۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ دولتانہ نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی مخالفت کی تو صوبے کی لیڈرشپ اور رائے عامہ کا ملاّان کی تائید میں تھی۔

۵۔ قادیانیوں کی تبلیغی، تنظیمی اور سیاسی سرگرمیاں خطرناک حد تک بڑھ گئیں۔ بلوچستان کو مرزائی ریاست بنانے کی "بشارت" عام تھی مرزائیوں نے وزیر خارجہ چودھری سر ظفر اللہ کی زیر سرپرستی ملکی اداروں میں اسی

قدر اثر و نفوذ حاصل کر لیا جتنا آج امریکہ میں یہودیوں کو حاصل ہے۔ کیا یہ سب دولتانہ کی سازش تھی؟ دولتانہ نے تو تحریک ختم نبوت کو تشدد سے کچلنا چاہا، لیکن آگ اور بھڑک اٹھی۔ راج سنگھاسن ڈولنے لگا تو وہ محتاط ہو گئے۔ بعد میں جب مارشل لاء لگایا گیا تو وہ بھی لیگی مرکز کے ایماء پر لگایا گیا تھا نہ کہ فوج کی خواہش اور دولتانہ کی کوشش سے! فوجیوں کو تو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ تحریک چلانے والے انڈیا کے حق میں ہیں یا پاکستان کو بچانے کے لئے موومنٹ چلا رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہہ کر گولی چلاتے تھے کہ "غدارو! کمینو! پاکستان دشمنو!" جب ان مارشل لائی افراد کو حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ پھر پنجاب پولیس اور مرزائی افسروں نے مل کر گولیاں برسائیں اور جی بھر کے ناموس رسالت کے پروانوں کو بھونا۔ اور یہ سب کچھ مسلم لیگی جاگیرداروں نے کیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں خواجہ ناظم الدین کی "وزارت عظمیٰ" کیا کر رہی تھی؟ ۱۱ اگست ۵۲ء سے ۲۶ فروری ۵۳ء تک، خواجہ صاحب سے تحریک ختم نبوت کے راہنماؤں کی مسلسل ملاقاتیں رہیں۔ خواجہ کی تان اسی بات پر آ کر ٹوٹتی رہی کہ......

"میں جانتا ہوں کہ اگر مجلس عمل کے مطالبات مان لوں تو سارے پاکستان میں پاپولر ہو جاؤں مگر مشکل یہ ہے کہ امریکہ سے جو معاملات طے ہوئے ہیں وہ خراب ہو جائیں گے۔ ظفر اللہ کو ہٹا دوں تو گندم کا ایک دانہ نہ ملے گا۔ تم لوگ میری مشکلات کو نہیں جانتے....."

لیکن خواجہ کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ جو ظفر اللہ خاں آج اتنا مؤثر ہو گیا ہے وہ کل کو کیا کچھ نہ کر گزرے گا؟...... نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک زور پکڑ گئی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جب "مارشل لاء سے مارشل لاء تک" کے مصنف سید نور احمد مرحوم (سابق ڈائریکٹر تعلقات عامہ پنجاب) کے بقول.....

"گورنر جنرل کے لئے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا وقت آ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے ایک مہینے کے قریب انتظار کیا اور خواجہ ناظم الدین کو اس بات کی مہلت دی کہ وہ چند سیاسی فیصلے اپنی قلم سے کر جائیں۔ فیصلے یہ تھے۔

۱۔ دولتانہ سے کہا گیا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت بھی خالی کر دیں۔ ۲۔ ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے گورنر ملک فیروز خان نون کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کر دیا گیا۔ ۳۔ ملک فیروز خان کی جگہ مشرقی پاکستان کی گورنری پر چودھری خلیق الزماں کو فائز کر دیا گیا۔ ۴۔ ان فیصلوں کی کامیابی کی ضمانت کے طور پر دولتانہ سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ پنجاب اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے سامنے خود تجویز پیش کر کے اپنے جانشین کو پارٹی لیڈر منتخب کرائیں۔ اور پھر طویل عرصے کے لئے پاکستان سے باہر چلے جائیں۔ دولتانہ کو لاہور میں مارشل لاء کا ڈنڈا نظر آتا تھا۔ انہوں نے تمام احکام کی تعمیل کر دی۔ اور اپنے بال بچوں کو لے کر

یورپ کی سیر کو چلے گئے۔" (صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

دولتانہ اور خواجہ ناظم الدین کی باہمی چپقلش اور آویزش کا جو نزلہ مسلم لیگ پر گرا سو گرا اس آویزش و سازش کا زیادہ اثرِ بد مسلمانوں کے عقائد پر پڑا۔ کیونکہ مسلم لیگی بزرجمہر بنیادی طور پر سیکولر اور لبرل تھے اس لئے عقائد کو قربان کرنا ان کے لئے بہت آسان تھا اور انہوں نے اسلامی عقائد قربان کر کے ہی مرزائیوں کو اقتدار کی ڈوری تھما دی تھی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب میں مرزائیوں نے اپنے اقتدار کے لئے مسلم لیگی سورماؤں کو اسی ڈوری سے نچایا۔ لوگوں نے اس نچانے والے کو بھی دیکھا اور ناچنے والوں کو بھی! مجلس احرار اسلام اس تماشے کو برداشت نہ کر سکی اور پاکستان کی تباہی و ویرانی کو کھلی آنکھوں نہ سہہ سکی تو اس نے آل پارٹیز کنونشن بلایا۔ اس کنونشن میں مرکزی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے متفقہ چار مطالبات رکھے گئے کہ

۱۔ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے الگ کیا جائے۔

۳۔ مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کیا جائے۔

۴۔ ربوہ کی زمین پر مہاجروں کو آباد کیا جائے۔

مطالبات تسلیم نہ کئے جانے کی صورت میں تحریک چلائی گئی اور اس کی بنیاد انہی مطالبات پر رکھی گئی اور اس تحریک کا نام "تحریک تحفظ ختم نبوت" رکھا گیا! مسلم لیگی گوسفندوں نے اور مرزائی جتھہ بندوں نے اس مقدس تحریک کو "اینٹی احمدیہ موومنٹ" کہا جو کہ ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی لکھنا پسند کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے احرار کا نام لیتے ہوئے یوں قلم چھپا لیا۔ جیسے ہندو پتنیاں اپنے دھرم پتی کا نام لیتے ہوئے جھنپ جاتی ہیں۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ "علماء سمجھتے تھے کہ احمدی مرتد ہیں" اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ بات لکھنے والا ابھی تک بندۂ بیگانہ ہے۔ ورنہ غلامانِ محمد ﷺ تو تمام کے تمام مرزائیوں کو مرتد ہی سمجھتے ہیں۔ "غیر مرتد" تو انہیں وہ مسلم لیگی ہی سمجھتے ہیں جن کے دروازے آج بھی ان کے لئے کھلے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مرتدوں کو احمدی لکھا ہے حالانکہ تمام مسلمان انہیں "مرزائی اور قادیانی کہتے اور لکھتے ہیں۔ اور یہی ان کا آئینی نام اور شناخت ہے۔

آخر میں ڈاکٹر صاحب سے ایک ہی گزارش ہے کہ خدارا تاریخ میں "اجتہاد" نہ فرمائیں۔ اگر انہوں نے جسٹس (ر) جاوید اقبال کے "اجتہادات" سے متاثر ہو کر اجتہاد فرمانا شروع کر دیا تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہو گی۔ البتہ وہ اگر علامہ اقبال کے شبابِ فکر کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنا پسند کریں تو بہت مناسب ہے۔!

☆ ☆